قومی وملی تشخص اور اردو زبان
(اکیسویں صدی کے تناظر میں)

مبشر حسین

Mubashar Hussain

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

عنایت مرتضیٰ شہزاد

Inayat Murtaza Shahzad,

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

In the creation and glorifing of Urdu language ,the efforts of Muslims of Sub-Continent contained many centuries.This is why Urdu language and literature are rich in Islamic ,historical and cultural ground.It is the responsibility of the Pakistani nation to save this precious inheritance in a more developed form and save it for the next generation.This is possible when Urdu receives national language status. The government 's patronage can improve the development and security of Urdu.

زبان صرف اظہار کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ اپنے ملک اور قوم کی تہذیب وتمدن اور تاریخ وروایات کی امین اور قومی تشخص کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ جہاں تک اردو کی قومی اور ملی حیثیت اور اہمیت کا معاملہ ہے، اس زبان کی تشکیل وتزئین، تہذیب وترقی اور نشر واشاعت میں بلا شبہ کئی قوموں نے اہم کردار ادا کیا ہے لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ مسلمانوں کی کوششیں دیگر تمام قوموں سے کہیں زیادہ ہیں۔ جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ کسی دوسری قوم نے اس زبان کو من حیث القوم نہیں اپنایا کیوں کہ ان کے پاس وسیلۂ اظہار کے لیے دوسری زبانیں بھی موجود تھیں لیکن مسلمانوں نے من حیث القوم ہندوستان کی بیسیوں زبانوں میں سے صرف اسی ایک زبان پر قناعت کی اور اپنے خیالات کے اظہار کا بھرپور وسیلہ بنایا۔

عربی زبان نے، جو دینِ اسلام کے ماخذ اور اسلامی تہذیب کی امین ہے، اردو کی ساخت و پرداخت میں مادرانہ کردار ادا کیا ہے اس لیے مسلمانوں کو فطری طور پر اس زبان میں ایک روحانی کشش محسوس ہوتی ہے۔ برصغیر میں بسنے والے

مسلمانوں نے جب اردو کو اپنا وسیلہء اظہار بنایا تو اس میں عربی و فارسی کے داخل ہونے والے الفاظ کا تناسب تیزی سے بڑھتا گیا۔ اس سے جہاں اردو بولنے والے مسلمانوں کو اپنی مذہبی تعلیم و تبلیغ میں مدد ملی، وہاں اردو زبان کا دامن بھی وسیع ہو گیا۔ برصغیر پاک و ہند میں ہزار سالہ اسلامی حکومت کا سب سے اہم اور عظیم الشان کارنامہ اردو کی تشکیل تزئین اور فروغ ہے۔ اردو کی ملی، تہذیبی اور ثقافتی حیثیت متعیّن کرتے ہوئے پروفیسر رشید احمد صدیقی لکھتے ہیں:

> ''اردو ہماری گزشتہ عروج عظمت کی تنہا یادگار یا سوگ وار ہے۔ مسلمانوں نے نہ صرف اردو کی بنیاد رکھی بلکہ اس کی تمام تدریجی اور ارتقائی منازل میں انھیں کا ذہن و دماغ کارفرما رہا ہے۔ یہ مسلمانوں کی معاشرت، ان کی ذہنی اور دماغی ترقی کی تنہا حامل ہے۔ کسی قوم کی زبان اس کی قومی حیثیت کی علم بردار ہوتی ہے۔ کسی قوم کے اوّلیں آثارِ انحطاط کا مطالعہ کرنا ہو تو اس قوم کی زبان پر نظر ڈالیے۔ آپ پر یہ حقیقت جلد منکشف ہو جائے گی کہ قومی زوال کی ابتدا ہمیشہ زبان کے زوال سے ہوئی ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس کے اثر سے تشخصات ِملی تک فنا ہو گئے ہیں۔'' (۱)

برصغیر کے مسلمانوں کی مخصوص طرزِ معاشرت، رسوم و رواج، پیدائش، شادی بیاہ اور موت کی تقریبات اور نشست و برخاست کے مخصوص طور طریقے تھے۔ ان کے بعض کھانے، لباس اور زیر استعمال ظروف ایسے تھے جن کے نام ہندوستان کے لیے بالکل نئے تھے۔ اسی طرح ان کے حافظے میں بعض ایسے قصے اور واقعات کی یادیں تھیں جو ان کے ماضی اور وطنِ قدیم سے متعلق تھے اور جن سے اردو زبان اب تک بالکل ناآشنا تھی، اس لیے یہ سب نام اور تلمیحات انھیں جوں کی توں اس زبان کے سپرد کرنا پڑیں تاکہ وہ ان کی یومیہ زندگی کی بھرپور کفالت کر سکے اور ان کے شب و روز کی مکمل طور پر امین بن جائے۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں نے اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی کے ہر پہلو کی عکاسی اور ترجمانی کی اہل بنانے کے لیے اردو زبان کو عربی و فارسی کے کثیر تعداد الفاظ، اصطلاحات، محاورات، تلمیحات اور اسالیبِ بیان عطا کر دیے۔ یہ بات صرف اردو زبان تک ہی ختم نہیں ہوئی بلکہ ان کوششوں کا سلسلہ اردو ادب تک محیط ہے۔ عربی و فارسی کا تمام عروضی نظام اردو میں منتقل کر لیا گیا اور عربی و فارسی زبان کی تمام بحریں اردو نظم میں استعمال کی گئیں۔ (۲)

اصلاحِ زبانِ اردو کے سلسلے میں جتنی کوششیں مختلف ادوار میں ہوئی ہیں، ان میں دیسی الفاظ کو کم کرنے اور عربی و فارسی الفاظ کو رائج کرنے پر پوری قوت صرف کی گئی۔ یہ سب کچھ اردو کو برصغیر میں عربی و فارسی کی حقیقی جانشین بنانے کے لیے کیا گیا۔ مسلمان علما نے قرآن مجید کے اردو میں ترجمے کیے اور تفاسیر لکھیں۔ قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ، سیرت، تصوف، اسلامی فلسفے اور تاریخ کے سرمائے کو اردو میں منتقل کرنے کے لیے سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں۔ علاوہ ازیں بزرگانِ دین کی سوانحِ عمریاں اور مسلمانوں کی تاریخیں نہ صرف ترجمہ ہوئیں بلکہ اردو میں بھی نئے سرے سے لکھی گئیں۔ اس قدر وافر دینی و اسلامی سرمائے کا وجود یہ ثابت کرتا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں نے اردو زبان کو اپنے لیے منتخب کر کے اپنی پوری کی پوری متاعِ عزیز اسے سونپ دی ہے۔ (۳)

اردو زبان اپنی خصوصیات کی بنا پر جس درجہ ممتاز ہے اس کی مثال برصغیر پاک و ہند کی کوئی دوسری زبان پیش نہیں

کرسکتی۔یہی زبان آج پورے برصغیر کے طول وعرض میں سب زبانوں سے زیادہ بولی جاتی ہے۔اس میں جتنا اسلامی ادب موجود ہے اتنا شاید عربی اور فارسی میں بھی موجود نہیں۔گزشتہ دور کے چند صاحبِ فکر بزرگوں جن میں سرسیّداحمد خان، مولانا شبلی نعمانی، مولانا حالی، علامہ اقبال، سیّد سلیمان ندوی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور مولانا ابوالحسن علی ندوی وغیرہ ممتاز ہیں، ان کی تصانیف کا مقابلہ اسلامی ممالک کے کسی عالم کی تصانیف سے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کے اسلامی تفکر کا مرتبہ کس قدر بلند ہے۔اسلامی ہند میں اردو کے فروغ کے حوالے سے ڈاکٹر تاراچند لکھتے ہیں:

> ''نئی زبان (اردو) میں اس شدید قسم کی کشش تھی کہ اس نے جلد ہی عوام میں قبولیت کا درجہ حاصل کرلیا تھا۔پھر مسلمان صوفیا نے اس زبان کے ذریعے اسلام کو پھیلانا شروع کیا تو یہ اور بھی مقبول ہوگئی۔یہاں تک کہ اٹھارویں صدی کے آخر تک یہ ایک ادبی وعلمی زبان کی حیثیت اختیار کرگئی اور ملک کے ہرصوبے اور ہر شہر میں سائنسی اور ادبی انجمنیں اردو کے نام سے کام کرنے لگیں لیکن انیسویں صدی کے آغاز میں اردو کی یہ مقبولیت انتہاء پسند ہندوؤں کو انتہائی ناگوار گزری۔'' (۴)

زبان اور رسم الخط کا باہمی تعلق بھی روح اور قالب کی مانند ہے۔زبان اور رسم الخط کا مکمل اور مناسب اجتماع وامتزاج زبان کو زندہ اور پائندہ بناتا ہے اس لیے کسی زبان کو اس کے رسم الخط سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔جس زبان کا اپنا رسم الخط نہ ہو اس کا دامن علم وادب کے خزانوں سے تہی رہ جاتا ہے۔اردو اور اس کے رسم الخط سے ہمارا رشتہ بہت قدیم ہے۔اردو صرف زبان کا نام ہی نہیں بلکہ یہ ایک تہذیبی علامت بھی ہے۔سرزمینِ ہند پر جب مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی تو انھوں نے اپنا قومی تشخص اور امتیاز و وقار ہمیشہ بحال رکھا۔کسی بھی صورت حال میں مسلمانوں نے اپنی تہذیب وثقافت اور قومی زبان پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا۔برصغیر میں اردو ہندی تنازع کا اصل محرک رسم الخط کی تبدیلی تھا۔ہندو اردو زبان کے لیے دیوناگری رسم الخط رائج کرنا چاہتے تھے۔اگر ایسا ہوجاتا تو برصغیر کے مسلمانوں کو ان کے شان دار ماضی، معاشرتی روایات اور تہذیبی وثقافتی سرمائے سے دست بردار ہونا پڑتا۔اردو زبان کو قرآنی حروف کا لباس عطا کردینے کا اثر یہ ہوا کہ ہندوستان میں جہاں جہاں مسلمان بستے تھے وہ اپنے علاقے کی مقامی بولی بولتے ہوئے بھی اردو زبان کو اپنی تحریر کے لیے استعمال کرنے لگے کیوں کہ عربی رسم الخط سے مسلمانوں کی عقیدت بالکل فطری تھی۔اردو کی نشر واشاعت میں اسلامیانِ ہند کی کوششوں کو جتنا دخل ہے۔اس سے اردو زبان کا کوئی مورخ انکار نہیں کرسکتا اور نہ اس حقیقت کو چھپا سکتا ہے کہ سلطنتِ مغلیہ کے زوال پر مسلمانوں ہی کے ہاتھوں اطرافِ ہند میں اردو زبان کے مختلف مراکز قائم ہوئے جن سے رفتہ رفتہ ترویجِ اُردو کی صوبہ جاتی تحریکوں نے جنم لیا اور کل ہند انجمن ترقی اردو کے علاوہ متعدد چھوٹے چھوٹے اداروں کا قیام عمل میں آیا۔(۵)

اردو رسم الخط اپنی ایک مبسوط تاریخ رکھتا ہے۔اس رسم الخط کو اس کے لکھنے والوں نے اپنی جدّتِ طبع اور رنگینیء قلم سے مصوّری کا درجہ عطا کردیا ہے۔جب تک اردو زبان دیوناگری میں قلم بند ہوتی رہی، ہمالیہ کی فصیل پار نہ کرسکی لیکن عربی وفارسی رسم الخط میں منتقل ہونے کی دیر تھی کہ اسے ہندوستان کی سرحدوں کو پھلانگ کر ایران وعربستان کی زبانوں اور ان کے بولنے والوں سے تعارف وملاقات کا موقع بھی ہاتھ آگیا۔چنانچہ ہندوستان سے باہر اردو کی ترویج واشاعت بھی اس کے قرآنی رسم الخط کا ہی

اعجاز تھا جس کے احسان سے یہ زبان سبک دوش نہیں ہوسکتی۔(۶)

ہندوؤں کی اردو زبان سے ناگواری کی ایک وجہ اس کی فارسی اور عربی سے ظاہری مشابہت تھی بالخصوص مہاتما گاندھی کے لیے یہ بات انتہائی تکلیف دہ تھی کہ اردو ابجد کی شکل قرآن کی زبان سے ملتی جلتی ہے۔ ہندوؤں کے خیال میں قرآن کے آثار کا باقی اور جاری رہنا گویا مسلمانوں کو باقی رکھنے کی گنجائش پیدا کرنا تھا۔ شیخ محمد اکرام ہندوؤں کی اردو سے مخالفت اور ناگواری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''زبان و ادب کے معاملات میں بھی ہندو تہذیب کے احیا کے حامیوں کا رویہ اس سے کم امتیازی نہیں رہا ہے۔ انیسویں صدی کے شروع میں 'فورٹ ولیم کالج' میں للولال جی اور اُن کے ساتھیوں نے نئی ہندی اس طرح ''پیدا'' کی کہ اردو زبان سے تمام عربی اور فارسی کے الفاظ نکال دیے اور سنسکرت اور ہندی مآخذ کے الفاظ شامل کر لیے۔(۷)

ہندوؤں کا اردو کے حوالے سے یہی وہ متعصّبانہ رویہ تھا جس نے ان عوامل کو جنم دیا جس کا نتیجہ ہندوستان کی تقسیم کی صورت میں ظاہر ہوا۔ مہاتما گاندھی جیسے سیاسی رہنما بھی اردو کی ثقافتی اہمیت کا صحیح اندازہ نہ لگا سکے۔ ۱۹۴۰ء میں ناگ پور میں ہندی ساہتیہ سملین کے اجلاس میں انھوں نے کہا: ''اردو کو مسلمان بادشاہوں نے ترقی دی۔ اب یہ مسلمانوں کا کام ہے کہ اگر وہ چاہیں تو اس کی پرورش کریں۔''(۵)

اردو ہندی تنازع کے پسِ پردہ کئی مقاصد تھے۔ جن میں مسلمانوں کے مذہب، ثقافت اور ادب پر بھرپور حملہ کرنا، عربی کے الفاظ کے اخراج سے مسلمانوں کے مذہب کو نقصان پہنچانا، فارسی الفاظ کو خارج کرنے سے مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت اور ادب برائے زندگی کو برصغیر سے رخصت کرنا اور مسلمانوں کی تہذیب کو ختم کر کے ہندو تہذیب و ثقافت کو فروغ دے کر سیاسی بالادستی حاصل کرنا شامل تھا۔ ۳۹-۱۹۳۷ء میں ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کے وجود، ثقافت اور زبان کو ختم کرنے کی بھرپور عملی کوششیں ہوئیں۔ مسلمانوں کے دیہات پر ہندوؤں نے منظّم حملے کیے، مسلمانوں کا قتل عام ہوا، دیہات جلا دیے گئے، گھروں کو لوٹ لیا گیا، مسلم پریس کا گلا گھونٹ دیا گیا، کتابوں پر پابندی لگا دی گئی اردو سکولوں کو بند کیا جانے لگا۔ ایک طرف مسلمانوں کے ہر ثقافتی نشان کو مٹانے کی ہر ممکن عملی کوشش کی جا رہی تھی جب کہ دوسری طرف ہندومت اور ہندو ثقافت کے ہر نشان کو ابھارنے کے لیے ہر ممکن قدم کو اٹھایا جا رہا تھا۔ اس امر کی شدت کا احساس گاندھی کے اس بیان سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

''اگر مسلمانوں کو ختم کرنا ہے تو پہلے ان کی زبان ختم کرو، ان کی ثقافت اور تہذیب خود بخود ختم ہو جائے گی۔''(۸)

اس کے جواب میں قائداعظم محمد علی جناح نے ۱۹۳۹ء میں مرکزی اسمبلی کے بجٹ سیشن کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے بہ بانگِ دہل فرمایا تھا:

> ''ہندو اسلامی ثقافت و تہذیب اور اردو زبان کو مٹانے پر تلے بیٹھے ہیں لیکن میں ان کو خبردار کرتا ہوں کہ ہم مرتے مر جائیں گے لیکن اسلامی تہذیب و ثقافت اور اردو زبان تباہ نہیں ہونے دیں گے۔''(۹)

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح اردو کو پاکستان کی قومی زبان کی حیثیت سے بلند مرتبے پر دیکھنا چاہتے تھے۔ انھیں

اردو کی اہمیت اور قوت کا اندازہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے پاکستان اور اردو زبان، دونوں کا مقدمہ بیک وقت لڑا۔ مصورِ پاکستان علامہ اقبال نے بھی اردو دوستی کا حق خوب ادا کیا۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق مرحوم نے ۱۹۳۶ء میں اردو کانفرنس منعقد کی اور بہ اصرار علامہ اقبال کو شرکت کی دعوت دی، اقبال بیماری کے باعث شامل نہ ہو سکے البتہ انھوں نے اپنے جذبات کا اظہار تحریری صورت میں یوں کیا:

''اگر اردو کانفرنس کی تاریخوں تک میں سفر کے قابل ہو گیا تو ان شاءاللہ ضرور حاضر ہوں گا۔ لیکن اگر حاضر نہ بھی ہو سکا تو یقین جانیے کہ اس اہم معاملے میں کلیتہً آپ کے ساتھ ہوں۔ اگرچہ میں اردو زبان کی بحیثیت زبان خدمت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا تاہم میری لسانی عصبیت دینی عصبیت سے کسی طرح کم نہیں۔''(۱۰)

اسی طرح اپنے ایک اور خط میں علامہ اقبال نے بابائے اردو کو انجمن ترقی اردو کی بابت لکھا تھا:

''آپ کی تحریک سے مسلمانوں کا مستقبل وابستہ ہے۔ بہت سے اعتبارات سے یہ تحریک اس تحریک سے کسی طرح کم نہیں جس کی ابتدا سر سیّد احمد خان نے کی تھی۔''(۱۱)

ہماری ڈیڑھ سو سالہ سیاسی اور ملّی تاریخ شاہد ہے کہ پورے برصغیر میں مسلمانوں کی تمام قومی اور سیاسی جدوجہد کے دوران اردو اور صرف اردو کو ہی بین العلاقائی اور بین الصوبائی حیثیت حاصل رہی ہے۔ مدیر ''ادبی دنیا'' مولانا صلاح الدین احمد اردو زبان کے تاریخی کردار کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مسلمانانِ ہند کا باہمی اتحاد جس قدرِ مشترک پر قائم ہے، وہ ہماری قومی زبان اردو ہے، جو نہ صرف ہمارے ارتباطِ باہم کا سب سے مؤثر اور زندہ ذریعہ ہے بلکہ ہندوستان میں ہمارے ہزار سالہ تمدّن کی امین اور ہماری مذہبی، ثقافتی اور علمی روایات کی سرمایہ دار ہے۔ اردو ہماری قومی زندگی اور ہماری ملّی تہذیب کا نشان بن کر نمودار ہوئی اور ہم نے اسلام کے بعد اردو کو اپنی عزیز ترین تمناؤں کا مرکز بنایا۔ پاکستان کا ایوانِ عظیم الشان ہم جن محکم ستونوں پر قائم کرنا چاہتے تھے، وہ تعداد میں چار تھے:

اسلام، اتحاد، آزادی اور اردو۔ اور جب ہمارے قائداعظم نے ہمیں اپنی منزلِ مقصود کی طرف پکارا تھا تو ایوانِ مملکت کے انھی چار ستونوں کی نشان دہی فرمائی تھی۔''(۱۲)

اردو کا تحفظ برّصغیر میں مسلمانوں کی جنگ آزادی کا ایک مستقل حصہ رہا ہے۔ تحریکِ پاکستان کا محرکِ اوّل اگر اسلام تھا تو محرکِ دوم اردو زبان تھی۔ برّصغیر پاک و ہند میں اردو نے صرف ہماری تاریخ بنانے ہی کا نہیں بلکہ پاکستان کا جغرافیہ بنانے میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ پاکستان کے حال اور مستقبل میں ثقافتی شیرازہ بندی، سیاسی استحکام، وحدت، ہم آہنگی، یک جہتی اور ریاستی تشخص کی ضامن اردو زبان ہی ہے۔ برصغیر میں اردو کسی کی مادری زبان ہو یا نہ ہو، یہ ہر مسلمان کی مذہبی اور ثقافتی زبان ضرور ہے اور عربی و فارسی کے بعد اسلامیانِ ہند کی واحد ترجمان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برّصغیر پاک و ہند کا مسلمان اس زبان کی حق تلفی پر جذباتی ہو جاتا ہے۔ اس کا جذباتی ہونا ایک فطری امر ہے کیوں کہ اردو اس کے بزرگوں کی عزیز ترین میراث ہے جس کا

تحفظ ہر مسلمان کا فرض ہے کیوں کہ کوئی قوم اپنے آبا واجداد کی علمی اور فکری میراث سے صرفِ نظر کر کے خود آگاہی کا مراحل طے نہیں کر سکتی۔(۱۳)

بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح پاکستان میں اُردو کو بحیثیت قومی زبان رائج کرنا چاہتے تھے۔انھوں نے تحریکِ پاکستان کے دوران اور قیامِ پاکستان کے بعد اُردو کے قومی زبان کی حیثیت سے نفاذ پر ہمیشہ زور دیا اور مشرقی پاکستان کے مرکز ڈھاکہ میں واضح اور واشگاف الفاظ میں کہا تھا کہ ملک پاکستان کی سبھی قوموں کے درمیان رابطے کی زبان صرف اور صرف اردو ہوگی کیوں کہ سندھی، پنجابی، بلوچی، پشتو اور بنگالی سبھی لوگوں کے درمیان ایک پل کا کردار صرف اردو ہی ادا کر سکتی ہے۔قومی زبان کی اہمیت کے بارے میں ان کا موقف یہ تھا کہ:"کوئی بھی قوم ایک قومی زبان کے بغیر ملکی سالمیت اور فکری یکجہتی تک رسائی حاصل نہیں کر سکتی۔"(۱۴)

موجودہ صدی میں اردو کی قومی حیثیت کو حکومتی سطح پر تسلیم کرنے کے حوالے سے کئی حوصلہ افزا اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔بالخصوص چیف جسٹس آف پاکستان نے واضح طور پر حکومت کو حکم دیا ہے کہ تین ماہ کے اندر ملک میں اردو زبان کو دفتری و قانونی زبان بنایا جائے۔علاوہ ازیں انفرادی طور پر متعدد اداروں نے کوشش کی ہے کہ ملک میں اردو زبان کو عملاً نافذ کرنے کے لیے اپنا ذمہ دارانہ کردار ادا کریں۔جس کے نتیجے میں وفاقی زرعی تحقیقاتی کونسل اور گجرات یونیورسٹی کی جانب سے کی جانے والی کوششیں قابل فخر ہیں۔گزشتہ دنوں پاکستانی قوم کو ایک بڑی خوشخبری سننے کو ملی ہے کہ سپریم کورٹ میں قومی زبان اردو کے نفاذ اور دیگر صوبائی زبانوں کی ترویج و اشاعت کے مقدمے میں حکومت کی طرف سے عدالت کو بتایا گیا کہ آئندہ تمام سرکاری اداروں میں اردو رائج کرنے کی منظوری دے دی گئی ہے۔جس کے تحت آئندہ صدر اور وزیر اعظم بیرون ممالک تقاریر قومی زبان میں کریں گے۔انتظامی حکم نامے میں مزید کہا گیا کہ وفاق کے زیر انتظام تمام کام کرنے والے سرکاری و نیم سرکاری ادارے اپنی پالیسیوں اور قوانین کا تین ماہ کے اندر اندر اردو میں ترجمہ شائع کریں گے اور ہر طرح کے فارم انگریزی کے ساتھ ساتھ اردو میں بھی فراہم کیے جائیں گے۔اسی طرح تمام عوامی اہمیت کی حامل جگہوں پر راہنمائی کے لیے اردو میں بورڈ آویزاں کیے جائیں گے۔ پاسپورٹ آفس، محکمہ انکم ٹیکس، اے جی پی آر، آڈیٹر جنرل واپڈا، سوئی گیس، الیکشن کمشن کی تمام متعلقہ دستاویزات و مراسلات کے علاوہ ڈرائیونگ لائسنس اور یوٹیلٹی بل بھی اردو زبان میں ہی پرنٹ کرائے جائیں گے۔اس کے علاوہ پاسپورٹ کے تمام اندر جات انگریزی کے ساتھ اردو میں بھی تحریر ہوں گے۔دیگر یہ کہ وفاقی حکومت کے زیر انتظام تمام ادارے اپنی ویب سائٹس بھی اردو میں منتقل کریں گے۔

اردو زبان کے نفاذ کے راستے میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنا جہاں پر حکومتِ وقت کی ذمہ داری ہے، وہیں پر بحیثیت مسلم اور محبّ وطن پاکستانی ہم پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم بھی نفاذ اردو کے لیے ماحول کو سازگار بنانے کے لیے اپنے تئیں اقدامات کریں البتہ اس سلسلہ میں قائدانہ کردار تو حکومت نے ہی ادا کرنا ہے۔موجود حکمران جماعت تحریک انصاف کے سربراہ اور وزیر اعظم عمران خان اگر ملک میں حقیقی تبدیلی لانے میں سنجیدہ ہیں تو انہیں بغیر کسی تاخیر اور لیت و لعل کے ایک حکم نامہ جاری کرنا ہوگا کہ ملک کی دفتری، انتظامی، تعلیمی اور قانونی زبان اردو ہوگی، تو کوئی بعید نہیں کہ ملک کے سبھی طبقے اس کو برضا و رغبت قبول کر لیں۔اگر حکومتِ وقت پہلو تہی سے کام لیتی ہے تو ہمیں بحیثیت محبِّ وطن پاکستانی کے خود اردو زبان کو اپنے روزمرہ کے

معاملات میں استعمال و اختیار کرنا ہوگا اور اپنے متعلقین کو ترغیب دینا ہوگی تا کہ اردو کے دامن میں موجود اسلامی تعلیمات اور تہذیبی و ثقافتی میراث کا گراں قدر ذخیرہ آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ رہ سکے۔

حوالہ جات

۱۔ رشید احمد صدیقی، خطبات رشید احمد صدیقی، کراچی: مکتبہ دانیال، ۱۹۹۱ء، ص: ۸۸

۲۔ غازی علم الدین، پروفیسر، لسانی مطالعے، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۵ء، ص: ۲۳۴

۳۔ سہیل، بخاری، ڈاکٹر، لسانی مقالات، حصہ دوم، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۱ء، ص: ۴۱۸

۴۔ تاراچند، ڈاکٹر، ہندوستانی زبان کا مسئلہ، پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۴۴ء، ص: ۴۱۵

۵۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، لسانی مقالات، حصہ دوم، ص: ۱۶-۴۱۵

۶۔ ایضاً، ص: ۴۱۶

۷۔ محمد اکرام، شیخ، پاکستان کا ثقافتی ورثہ، لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۲۰۰۱ء، ص: ۱۳۔۱۲

۸۔ رسالہ اردو، قومی زبان نمبر، اورنگ آباد (دکن)، ۱۹۳۸ء، ص: ۹۵

۹۔ جمیل الدین احمد، Writings and Speeches of Muhammad Ali Jinnah، جلد دوم، لاہور: ۱۹۷۴ء، ص: ۲۳۲

۱۰۔ عاشق حسین، بٹالوی، ڈاکٹر، اقبال کے آخری دو سال، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء، ص: ۳۷۶

۱۱۔ طاہر فاروقی، پروفیسر، ڈاکٹر، ہماری زبان–مباحث و مسائل، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۶ء، ص: ۴۰

۱۲۔ صلاح الدین احمد، مولانا، اردو کے چند مسائل، مشمولہ: مقالاتِ شام ہمدرد، مرتبہ: حکیم محمد سعید، لاہور: مکتبہ جدید، ۱۹۶۹ء، ص: ۱۴۳

۱۳۔ غازی علم الدین، پروفیسر، لسانی مطالعے، ص: ۲۴۶

۱۴۔ جمیل الدین احمد، Writings and Speeches of Muhammad Ali Jinnah جلد دوم، ص: ۲۳۲

☆......☆......☆